33

# جہادِ اکبر کو کسی وقت بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے

(فرمودہ 14 نومبر 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"لڑائیاں اس وجہ سے کہ ان میں ہزاروں، لاکھوں انسان بعض دفعہ مارے جاتے ہیں ہزاروں، لاکھوں خاندان برباد ہو جاتے ہیں، ہزاروں، لاکھوں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں اور ہزاروں، لاکھوں بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ نہایت ہی مکروہ، ناپسندیدہ اور خطرناک سمجھی جاتی ہیں لیکن جب لڑائی کی غرض لڑائی کو دور کرنا ہو اور جنگ دفاعی ہو تو وہی اچھی سمجھی جاتی ہے۔ جیسے اسلام میں جہاد کا حکم ہے مگر باوجود اس کے کہ دفاع نہایت ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا اور دنیا سے ظلم کو روکا نہیں جا سکتا۔ جب تک دنیا میں ایسے انسان موجود ہیں جو طاقت پر گھمنڈ کرتے ہیں جو اس امر کا فرق محسوس نہیں کرتے کہ دنیا میں اصل طاقت اخلاق کی ہے۔ جنگ ضروری ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایک مضبوط اور تندرست آدمی کسی کمزور آدمی سے لڑ پڑتا ہے یا کسی بچے سے اس کا جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مَیں ایک تھپڑ مار کر تمہارے سارے دانت نکال دوں گا۔ مجھے اس فقرہ پر ہمیشہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ کہنے والا شخص یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا زور آور یا طاقتور ہونا اس کی اخلاقی فضیلت کی دلیل نہیں چونکہ وہ طاقتور ہے اس لئے لازمی طور پر اس کی ضرب زیادہ زور سے پڑے گی اور جو کمزور ہے اس کی ضرب کم زور سے پڑے گی۔ طاقتور کی ضرب کا زور سے پڑنا اس کی کوئی فضیلت نہیں۔ لوہا اگر پیتل پر

یا تانبے پر، یا ٹین پر ڈالا جائے تو اسے گھِل دے گا اور یہ لوہے کی کوئی فضیلت نہیں جو تعریف کے قابل ہو۔ پس طاقتور انسان کا کمزور کو کہنا کہ میں تمہیں ایسا ماروں گا اس بات کا ثبوت ہے کہ گویا اس کا طاقتور ہونا اس کے نزدیک کوئی ایسی فضیلت ہے جو اسے اخلاقی فضیلت بخش دیتا ہے اور ایسا خیال بڑی حماقت ہے۔ ہاں اگر وہ یہ ثابت کر دے کہ مَیں مظلوم ہوں اور میرا مدّ مقابل ظالم ہے تو یہ ایسی فضیلت ہے جس کے مقابلہ میں دشمن نہیں بول سکتا کیونکہ اِس کا مظلوم بننا بھی اس کے اختیار میں تھا اور اس کے مد مقابل کا ظالم بننا بھی اس کے اختیار میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر مظلوم بنتا ہے وہ زیادہ قیمت پاتا ہے بہ نسبت اس کے جو جان بوجھ کر ظالم بنتا ہے ایک شخص میں اتنی طاقت ہے کہ وہ تھپڑ کے مقابلہ میں تھپڑ مار سکے لیکن ایسا شخص اگر تھپڑ کھا کر آگے سے مارتا نہیں تو وہ مظلوم ہے۔ قانون بھی اگر وہ مُنصف لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس کی تائید میں ہو گا۔ مگر اس کے علاوہ یہ بات بھی اسے حاصل ہو گی کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں اس کے نام ثواب لکھا جائے گا اور ہر شخص کہے گا کہ تھپڑ کا حق اسے دلایا جائے۔ پس علاوہ اس کے کہ قانون بھی تھپڑ مارنے والے کو سزا دے گا۔ خدا تعالیٰ کے ہاں بھی اس مظلوم کے نام ثواب لکھا جائے گا۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کمزور ہو اور بوجہ مد مقابل کے طاقتور ہونے کے اسے مار ہی نہ سکتا ہو اور اس کا آگے سے نہ مارنا اس کی کمزوری کی وجہ سے ہو۔ ایسی صورت میں اگر وہ لوگوں کے سامنے شکوہ و شکایت کرتا پھرتا ہے تو گو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ لے گا اور دنیا بھی اس کے ساتھ انصاف کرے گی۔ مگر اسے ثواب حاصل نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کوئی قربانی نہیں کی۔ گو اس نے مد مقابل کو مارا نہیں مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مارنے کی طاقت ہی نہ تھی۔ لیکن فرض کرو وہ تھپڑ تو نہیں مار سکتا تھا مگر شکوہ شکایت کر سکتا تھا لیکن اس نے خیال کیا کہ مجھے چاہئے کہ اچھا نمونہ پیش کروں اور دنیا سے فساد کا خاتمہ کروں اس لئے خاموش رہا اور فیصلہ کیا کہ وہ مارنے والے کو گالی بھی نہ دے گا

اور لوگوں میں اس کی بدنامی بھی نہ کرے گا۔ تو باوجود اس کے کہ اس نے مد مقابل کو نہیں مارا اور باوجود اس کے کہ وہ مار نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی اسے ثواب حاصل ہو گا۔ کیونکہ گو وہ مار تو نہ سکتا تھا مگر اسے بدنام کر کے کچھ نہ کچھ بدلہ تو لے ہی سکتا تھا۔ مگر وہ بھی اس نے نہیں لیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے ثواب حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ یہ جتنا بدلہ لے سکتا تھا اتنا بھی اس نے نہیں لیا۔ نہ صرف یہ کہ قانون اس کا حق اسے دلوائے گا، نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ اس پر ظلم کرنے والے کو سزا دے گا بلکہ اس کے علاوہ اسے ثواب بھی ملے گا۔ لیکن فرض کرو وہ گونگا بھی تھا اور بول بھی نہ سکتا تھا اور اس وجہ سے اس نے نہ تو تھپڑ کا جواب تھپڑ سے دیا اور نہ زبان سے کسی کے پاس شکایت کی۔ لیکن دل میں کہتا رہا کہ تم مجھ سے طاقتور تھے اس لئے مار لیا۔ اگر مجھ میں بھی طاقت ہوتی یا میرے بھائی بند اور عزیز رشتہ دار یہاں ہوتے تو میں بھی ضرور بدلہ لیتا۔ یا اگر میری زبان ہوتی تو تمہیں سارے جہان میں بدنام کر دیتا۔ تو گو اس نے بدلہ لیا نہیں مگر پھر بھی اسے کوئی ثواب نہ ہو گا کیونکہ گو وہ بدلہ لیتا نہیں مگر بدلہ لینے کی خواہش ضرور دل میں کرتا ہے اور انتقام کے جذبات کی پرورش کرتا رہتا ہے۔ تو گو اس کا بدلہ خدا تعالیٰ لے گا۔ قانون بھی اسے مارنے والے کو سزا دلوائے گا مگر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے کوئی ثواب حاصل نہ ہو گا لیکن فرض کرو اس نے مقابلہ پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ وہ اٹھا سکتا تھا اور بدنام بھی نہیں کیا اور نہ کر سکتا تھا کیونکہ اس کی زبان نہ تھی مگر وہ دل میں کہہ سکتا تھا کہ گو مجھے طاقت نہیں تھی کہ میں مقابلہ کر سکتا ، گو میرے رشتہ دار نہ تھے کہ جن کی مدد سے میں بدلہ لے سکتا، گو میری زبان نہ تھی کہ مَیں بدنام کر سکتا لیکن اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو بھی مَیں مقابلہ نہ کرتا، اگر میری زبان ہوتی تو بھی مَیں اسے بدنام نہ کرتا۔ تو اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کے ہاں ثواب پانے والا ہو گا۔ کیونکہ وہ دل میں تو اپنا غصہ نکال سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ غرض مظلوم بننا ظالم بننے سے بدرجہا بہتر ہے اور نہ صرف دنیا میں نیک بناتا

بلکہ آخرت میں بھی عزت بخشتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیشہ عفو اسی صورت میں ظاہر ہونا چاہئے کہ ظالم کا مقابلہ نہ کیا جائے کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو عفو سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کے اعمال دنیا کے امن کو برباد کرنے والے اور نیکیوں کو مٹانے والے ہو جاتے ہیں، پس جب تک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ظلم کرنے میں خوش ہوتے ہیں اور متواتر عفو کے نتیجہ میں شرارتوں میں بڑھتے جاتے ہیں۔ اس وقت تک جنگ کی ضرورت بھی باقی رہے گی اور دین یہی ہے کہ ایسے موقع پر صبر نہ کرو۔ موجودہ جنگ کو دیکھ لو۔ جرمنی نے دوسری طاقتوں کو جنگ کے لئے مجبور کر دیا ہے اور اس وقت رحم اسی میں ہے کہ تلوار اٹھائی جائے، بخشش اسی میں ہے کہ دفاع کیا جائے مگر ایسے وقت میں بھی جنگ بہترین چیز نہیں گو اچھی ہے۔ حتّٰی کہ جہاد بھی بہترین نیکی نہیں گو وہ اعمال میں سے اعلیٰ درجہ کا عمل ہے مگر اعلیٰ سے اعلیٰ نہیں۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک جنگ سے واپس ہوئے تو فرمایا۔ جہادِ اصغر ہو چکا۔ اب آؤ جہاد اکبر میں مصروف ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جہاد اکبر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جہاد اکبر اپنے نفسوں کا جہاد ہے۔1 پس گو لڑائی کا جہاد بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ حتّٰی کہ جو اس میں شامل نہ ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے مگر یہ سب نیکیوں سے اعلیٰ نہیں۔ اعلیٰ درجہ کا جہاد وہ ہے جو انسان شیطان سے کرے۔ شیطان سے لڑائی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قابلِ قدر ہوتی ہے اور جب رسول کریم ﷺ نے خود فیصلہ فرما دیا کہ جہاد اکبر کیا ہے اور آپ نے اپنا نمونہ اس بارہ میں دکھا دیا تو ہماری جماعت کے دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے لئے اصل جہاد نفس کے ساتھ جہاد ہی ہے۔ اِس وقت لڑائی ہو رہی ہے۔ بڑے خطرات کا وقت ہے۔ مَیں بھی یہی کہتا رہتا ہوں کہ جو لوگ جنگ میں جا سکیں وہ جائیں اور جنگ میں شریک ہوں۔ رشتہ دار اور دوست بھی کہتے ہیں کہ جاؤ گورنمنٹ بھرتی کر رہی ہے اس میں شریک ہو جاؤ۔ یہ لڑائی گو دینی نہیں مگر برطانیہ جو لڑائی لڑ رہا ہے وہ چونکہ جہاں تک

برطانیہ کا تعلق ہے مظلومیت کی لڑائی ہے۔اس لئے اس میں حصہ لینا بھی ثواب کا موجب ہے۔ پھر بھی جہادِ اکبر کے مقابلہ میں اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ اگر دینی جہاد ہوتا تو اس میں حصہ لینے والے تو بہت ہی زیادہ ثواب کے مستحق ہوتے مگر پھر بھی جہاد اکبر جیسا درجہ اس کا نہ ہو سکتا بے شک اس وقت لڑائی کی وجہ سے بہت مصروفیت ہے۔جو لوگ اس میں حصہ لے رہے ہیں وہ ہر وقت مصروف رہتے ہیں اور ہر طرف اس لڑائی کی وجہ سے شورش اور ہنگامہ بپا ہے۔ مگر پھر بھی ہمارے دوستوں کو اس کی وجہ سے جہادِ اکبر کو کسی وقت بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس شخص سے زیادہ احمق کون ہو سکتا ہے جو چھوٹی چیز کے لئے بڑی کو قربان کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں آنحضرت ﷺ اور پہلے انبیاء کے ذریعہ بھی یہ اطلاع دی تھی کہ آخری زمانہ میں شدید جنگیں انسانوں کی انسانوں کے ساتھ ہوں گی۔ وہاں رسول کریم ﷺ بلکہ پہلے انبیاء نے یہ خبر بھی دی تھی کہ اس زمانہ میں مسیح موعود کی فوجوں کی شیطانی طاقتوں کے ساتھ جنگ ہو گی۔بنی اسرائیل کے انبیاء کے علاوہ حضرت زرتشت کی بھی ایسی پیشگوئی موجود ہے ان کے ایک شاگرد جاماسک نام گزرے ہیں جو اُن کے داماد بھی تھے۔انہوں نے پیشگوئیوں کی ایک کتاب لکھی ہے۔جس میں ان کی اپنی پیشگوئیاں بھی ہیں اور حضرت زرتشت کی بھی۔اس میں لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک موعود آئے گا۔آسمان سے فرشتے اس کی مدد کو اُتریں گے اور تمام شیطان بھی اکٹھے ہوں گے اور پھر ان میں آخری لڑائی ہو گی جس میں شیطان مارا جائے گا۔پس ہمیں اس ظاہری لڑائی کے شور و شغب میں باطنی لڑائی کو جو ہماری اصل لڑائی ہے کسی وقت بھی نہیں بھولنا چاہئے۔ہماری جماعت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم ہر وقت جنگ کے میدان میں ہیں۔یہ لڑائیاں تو ہمیشہ نہیں رہتیں۔گزشتہ جنگ سے قبل امن تھا۔پھر اس کے بعد قریباً چوبیس سال امن رہا مگر مومن کی لڑائی شیطان کے ساتھ ہر وقت جاری رہنی چاہئے اور مومن کے لئے

وہ لڑائی بہت زیادہ اہم ہونی چاہئے جو اخلاق یا اصول کے لئے اپنے نفس یا شیطان کے ساتھ لڑنی پڑے۔

یہ لڑائی جو اس وقت روس میں ہو رہی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہاں لڑنے والے لوگ رات کو آرام سے سو جاتے ہوں گے یا وہاں اپنا کاروبار کرتے رہتے ہوں گے۔ کوئی وہاں چھابڑی اٹھائے پھرتا ہو گا، کوئی گنڈیریاں بیچتا ہو گا، کوئی کپڑا فروخت کرتا ہو گا۔ وہاں تو ایک منٹ کی فرصت نہیں ملتی۔ بعض خبروں سے پایا جاتا ہے کہ سپاہیوں کو چھ چھ سات سات دن سونے کا موقع نہیں ملتا۔ ذرا غور کرو جہاں اتنے ٹینک ہوں او رجہاں سینکڑوں ہزاروں موٹریں اور لاریاں حملہ کرنے کے لئے اِدھر سے اُدھر پھر رہی ہوں۔ وہاں اگر کوئی فوج سونا چاہے بھی تو کیسے سو سکتی ہے اور کتنا پیچھے ہٹ کر سو سکتی ہے۔ ٹینکوں کی رفتار بہت تھوڑی ہوتی ہے پھر بھی وہ آٹھ نو مِیل فی گھنٹہ چلتے ہیں۔ گویا چار گھنٹے میں وہ 36 میل تک بڑھ جاتے ہیں۔ اب اگر کسی فوج کو چار گھنٹے آرام کا وقت مل بھی جائے تو وہ کہاں اتنا پیچھے ہٹ کر سو سکتی ہے کہ جہاں کم سے کم اس عرصہ میں ٹینکوں کے پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ فرض کرو کسی محاذ پر ایک ہزار سپاہی لڑتے ہیں۔ ان میں سے اگر پانسو کو فارغ بھی کر دیا جائے کہ کچھ وقت آرام کر لیں تو وہ کتنا پیچھے ہٹ کر سو سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ سو دو سو گز پیچھے ہٹ کر سو سکتے ہیں۔ اب اگر وہ اتنے فاصلہ پر سونے کی کوشش بھی کریں تو نیند نہ آئے گی کیونکہ یہی دھڑکا رہے گا کہ ابھی ٹینک آئیں گے اور ہمارے اوپر سے گزر جائیں گے اور اگر چار گھنٹے آرام کا وقت ہو تو ایک دو گھنٹے تو اسی ادھیڑ بُن میں گزر جائیں گے پھر جہاں اتنے زور سے توپیں چل رہی ہوں وہاں نیند کیسے آسکتی ہے۔

پہلے زمانہ کی لڑائیاں ایسی نہ ہوتی تھیں بلکہ لڑائی صبح شروع ہو کر شام کو ختم ہو جاتی تھی۔ صحابہؓ کرام کی لڑائیوں میں سے غزوہ خندق سب سے لمبی تھی اور یہ پندرہ روز تک رہی تھی اور صحابہؓ شکایت کرتے تھے کہ اس لڑائی میں ہماری نیندیں

حرام ہو گئیں۔ مگر اِس وقت جو جہنم کھل گئی ہے اس کا ذرا اندازہ کرو۔ روس میں لڑائی شروع ہوئے قریباً چار ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے اور اس عرصہ میں ایک دن بھی تو کسی کو آرام سے سونا نصیب نہیں ہو سکا۔ آرام کی نیند تو کوئی اسی صورت میں سو سکتا ہے کہ میدان سے ڈیڑھ دو سو میل پیچھے ہٹ کر سوئے کیونکہ اگر بارہ گھنٹے کی بھی رات ہو تو ٹینکوں کے راتوں رات چھیانوے بلکہ ایک سو آٹھ میل تک تو پہنچ جانے کا احتمال رہتا ہے اور اتنے فاصلہ تک تو اطمینان کی نیند نہیں آ سکتی کیونکہ ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ معلوم نہیں کب ہمارا مورچہ ٹوٹ جائے اور دشمن کے ٹینک آگے بڑھ آئیں۔ پھر ٹینکوں کے علاوہ ہوائی جہاز ہیں۔ گو ان کے حملوں سے ایسی تباہی نہیں ہوتی کیونکہ وہ کسی کسی جگہ بم پھینکتے ہیں اور بیچ میں بڑے بڑے شگاف رہ جاتے ہیں مگر پھر بھی ان کے حملوں کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ لنڈن پر جن دنوں ہوائی حملے ہوتے تھے لوگ ہر شب خندقوں میں جا کر بسر کرتے تھے اور جو گھروں میں بھی سوتے وہ معمولی بستر لے کر سوتے تھے اور جونہی حملہ کا الارم ہوتا بستر بغل میں دبا کر پناہ گاہ میں چلے جاتے اور ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں آرام سے اپنا کام کاج کرنا تو الگ رہا، سونے کا موقع نہیں مل سکتا۔ بلکہ کھانے پینے کا بھی نہیں۔ وہاں لڑنے والے کتنی تکلیف کے ساتھ کھاتے پیتے ہوں گے۔ اول تو ہر جگہ اشیائے خورد و نوش کا پہنچنا مشکل ہے۔ بعض جرمن سپاہی جب پکڑے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ چھ سات روز کے بھوکے تھے۔ جو فوجیں اپنے مرکز سے ہزار دو ہزار میل کے فاصلہ پر لڑ رہی ہوں ان تک ہر روز کھانے پینے کا سامان پہنچانا کتنا مشکل ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ قادیان والوں کو پشاور میں لے جا کر کھانا کھلانا پڑے تو کیا حال ہو۔ بے شک لاریاں اور موٹریں ہیں مگر پھر بھی سپلائی کے انتظام میں خلل پڑ سکتا ہے۔ اپنے جلسہ سالانہ پر ہی قیاس کر لو۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اگر چند سو یا ہزار لوگوں کو کھانا ملنے میں دیر ہو جائے تو ہمیں سخت پریشانی ہوتی ہے۔ میری طرف سے دفتر کو اور دفتر کو میری طرف رُقعہ پر رُقعہ بھجوانا پڑتا ہے۔ انسپکٹر ادھر سے ادھر دوڑتے

ہیں، نگران عملہ پریشان ہوتا ہے اور بعض دفعہ گھنٹوں میں جا کر اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

روس اور جرمنی کی اس جنگ میں بعض اوقات پچاس پچاس لاکھ سپاہیوں نے حصہ لیا ہے۔ایک کروڑ سپاہیوں کو مرکز سے ہزار میل کے فاصلہ پر کھانا پہنچانا کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ کرو۔ پھر کئی لوگ لشکر سے الگ بھی ہو جاتے ہیں۔ بیچ میں دشمن گُھس آتا ہے اور اس طرح ان تک تو کھانے پینے کی کسی چیز کا پہنچانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ گویا جو لوگ اس لڑائی میں شریک ہیں۔ان کے لئے اپنا کوئی کام کرنا تو الگ رہا کھانا پینا بھی مشکل ہوتا ہے مگر پھر بھی لڑائی جاری ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں اس نے اجازت دی ہے کہ اپنے کام کاج بھی کرو، تجارت اور زمینداری بھی کرو، کھاؤ پیئو بھی اور پھر کچھ وقت نکال کر شیطان کے ساتھ جنگ بھی کرو۔ گو رسول کریم ﷺ بلکہ تمام پہلے انبیاء نے خبر دی ہے کہ یہ لڑائی پچھلی تمام جنگوں سے زیادہ خطرناک ہے لیکن اس کے لئے بہت تھوڑا وقت لگانا پڑتا ہے۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم سے بہت ہیں جو پھر بھی پرواہ نہیں کرتے۔

مَیں نے نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا ہے کہ بعض احمدی ابھی ایسے ہیں کہ یوں تو سچ بولتے ہیں مگر جب ان پر یا ان کی اولاد یا رشتہ داروں پر کوئی الزام آئے یا کوئی اعتراض ہو تو جھوٹ بولنے لگ جاتے ہیں اور لوگوں پر رعب ڈالتے ہیں کہ ہمارے حق میں گواہی دو۔حالانکہ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ گواہی ہمیشہ سچی دو۔ خواہ وہ تمہارے نفسوں پر ہو یا تمہارے ماں باپ یا اولاد پر ہو۔2 ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے سپاہی ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ تو اس وقت شیطان کے سپاہی ہوتے ہیں۔خدا کا سپاہی تو وہ ہے جو کسی حالت میں بھی صداقت کو نہ چھوڑے بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں کوئی اتنی بڑی سزا بھی نہیں ہو سکتی مگر پھر بھی میں نے دیکھا ہے کہ بعض احمدی ایسے ہیں کہ جب ان کے بیٹے پر یا بھائی پر یا باپ پر

یا بیوی پر یا کسی اور رشتہ دار پر کوئی الزام آئے تو وہ یہی کوشش کرتے ہیں کہ اسے بے قصور ثابت کریں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر ان کی عقل اور ان کا نفس یہی کہتا ہے کہ ان کا عزیز قصور وار نہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجرم کی امداد نہیں کر رہے مگر دراصل ان کے نفس کا یہ فیصلہ ان کے تعصب کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں ایسے تعصب کو جگہ دی جس سے وہ حقیقت کو سمجھنے سے محروم ہو گئے اور جس کی وجہ سے وہ اپنے عزیز کے جُرم کو دیکھنے کی توفیق نہ پا سکے۔ بعض اوقات بعض دوسرے لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ بَری ہے مگر درحقیقت وہ بَری نہیں ہوتا اور اگر صرف اپنے یا کسی کے یہ خیال کر لینے سے کہ فلاں شخص بَری ہے۔ اس کے واقعی بَری ہونے کا اصول صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا کیسا خطرناک نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کیا وہ لاکھوں کروڑوں ہندو اور عیسائی جو سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سچے نہیں ہیں اور ان کا مذہب ہی سچا ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ سزا نہیں دے گا۔ اسلام یہی بتاتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا خدا تعالیٰ ان سے کہے گا کہ بے شک تم سچا نہ سمجھتے تھے مگر جب مَیں نے ایسے ذرائع تمہارے لئے مہیا کر دیئے تھے کہ تم سچائی کو سمجھ سکتے تھے تو پھر کیوں نہ سمجھا اور ان ذرائع سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ وہی شخص سزا سے بچے گا جو واقع میں معذور تھا اور جس تک صداقت نہ پہنچ سکی۔ اسی طرح جو شخص اپنے کسی عزیز رشتہ دار کے بارہ میں صداقت کو معلوم کرنے والے ذرائع کو استعمال میں لا کر حقیقت کو معلوم نہیں کرتا وہ خواہ خود یہی سمجھتا ہو کہ اس کا عزیز اس الزام سے بَری ہے اور اس لئے اس کی مدد کرنے میں گناہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حضور وہ گنہگار ہے۔ آپ لوگوں میں سے کتنے ہیں جو غیر احمدیوں میں سے نکل کر آئے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ غیر احمدیوں میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو واقعی (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) جھوٹا سمجھتے ہیں۔ پھر کیا اس وجہ سے وہ مجرم نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ

انہیں سزا نہیں دے گا؟ دے گا اور ضرور دے گا اور وہ ان سے کہے گا کہ گو تم جھوٹا سمجھتے تھے مگر لیکھرام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد تم نے کس طرح جھوٹا سمجھا؟ آتھم کی پیشگوئی کے بعد کس طرح سمجھا آپ کی پیشگوئیوں کے ماتحت زلزلے آنے کے بعد کس طرح جھوٹا سمجھا؟ اور اس طرح آپ کی صداقت کا ایک ایک نشان بیان کرنے کے بعد دریافت کرے گا کہ اس کے ہوتے ہوئے تم کس طرح آپ کو جھوٹا سمجھتے رہے؟ اسی طرح خداتعالیٰ یہ بھی کہے گا کہ بے شک تم اپنے بیٹے یا بھائی یا باپ یا کسی اور رشتہ دار کو مجرم نہیں سمجھتے تھے مگر فلاں فلاں مومن گواہ تھے۔ فلاں واقعات تھے جن سے صداقت معلوم ہو سکتی تھی۔ تم نے کیوں معلوم نہ کی۔ صداقت معلوم ہو سکنے کے ذرائع ہونے کے باوجود جو اِن سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ یقینا مجرم ہے۔ سورج طلوع ہونے کے بعد بھی جو شخص خود اپنے دروازے اور کھڑکیاں بند کرلے اور کہے ابھی رات ہے کیا تم اسے مجرم نہ کہو گے۔ پس یہ کوئی دلیل نہیں کہ چونکہ تمہارا نفس کہتا ہے کہ تمہارا بھائی یا بیٹا یا کوئی اَور رشتہ دار سچا ہے اس لئے وہ ضرور سچا ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ ہم میں ایسے احمدی ہیں جو محض اس وجہ سے کہ کسی سے ان کی رشتہ داری ہوتی ہے۔ جب اس پر کوئی الزام آتا ہے تو خواہ مخواہ اس کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں اور اپنے نفس کو اس طرح تسلی دے لیتے ہیں کہ یہ مجرم نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ ان سے کہے گا کہ سچ اور جھوٹ میں امتیاز کے لئے مَیں نے تم کو جو آنکھیں دی تھیں اور جو ذرائع مہیا کئے تھے۔ ان سے تم نے کیوں کام نہیں لیا۔ مَیں نے ہمیشہ سچائی پر بڑا زور دیا ہے اور اگر ہماری جماعت صرف سچائی پر ہی قائم ہو جائے تو شیطان کا لشکر پوری طرح شکست کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ حالت پیدا ہو جائے کہ دنیا میں ہر شخص یہ کہے کہ احمدی ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ بے شک ہماری جماعت میں اکثر لوگ سچ بولتے ہیں بلکہ بعض ایسے احمدیوں نے جو قانون کی نگاہ میں مجرم تھے ان سے غلطی ہو گئی اور عدالت نے تسلیم کیا کہ انہوں نے سچ بولا۔ گو اَور گواہ نہ تھے مگر انہوں نے خود سچ کہہ دیا۔ مثلاً قاضی محمد علی صاحب کی

جو لڑائی ہوئی وہ اندھیرے میں ہوئی اور جو آدمی مارا گیا تھا اس کے ساتھی بھی قاضی صاحب پر حملہ کر رہے تھے۔ اور اس حالت میں یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ شخص انہی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو۔ وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ممکن ہے کسی اَور کے ہاتھ سے وہ قتل ہو گیا ہو۔ مگر انہوں نے مومنانہ سادگی سے کام کیا اور یہی کہا کہ مَیں نے مارا ہے۔

اسی طرح عزیز احمد صاحب 3 کا واقعہ ہے۔ انہوں نے جب فخر الدین ملتانی پر حملہ کیا تو ہم نے ان کو یہی کہلوایا کہ جھوٹ نہ بولنا اور انہوں نے نہ بولا اور اس طرح ان لوگوں نے جان دے کر اپنے گناہ کا کفارہ کر دیا۔ بعض اور احمدیوں سے بھی جب قانونی اور اخلاقی غلطیاں ہوئیں تو انہوں نے سچائی سے کام لیا۔ تو جماعت میں مخلص بھی ہیں جو ہر حال میں سچائی سے کام لیتے ہیں مگر ابھی کچھ احمدی ایسے بھی ہیں جن کے دلوں میں سچائی کی قدر نہیں۔ جب بھی کوئی موقع آئے وہ بہانے بنانے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ معمولی سی بات ہوتی ہے مگر وہ پہلو بچانے لگتے ہیں اور ایسا جواب دیتے ہیں کہ جس سے بچ جائیں۔ اگر ہماری جماعت پوری طرح سچائی پر کاربند ہو جائے تو ایسا رعب قائم ہو سکتا ہے کہ ہزاروں ہزار لوگ اسی کی وجہ سے احمدی ہو جائیں۔ ایک دفعہ تم یہ نمونہ قائم کر کے دیکھ لو کہ ہر شخص یہ کہے کہ احمدی جھوٹ نہیں بولتے۔ پھر دیکھو کس طرح کامیابی ہوتی ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نمونہ زیادہ تھا اور اُس زمانہ میں ترقی بھی زیادہ تھی۔ اب کچھ ایسے لوگ بھی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں جو سیاسی احمدی ہیں اور ایسے لوگ جماعت کی بدنامی کا موجب ہو رہے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں ایک مچھلی تالاب کو گندا کر دیتی ہے۔ مَیں نے تبلیغ والوں کو بھی بار بار کہا ہے کہ سیاسی احمدی کسی کو نہ بنایا جائے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ گو وہ سمجھ بھی چکے ہوں کہ عقائد درست ہیں مگر وہ جماعت میں داخل اُس وقت ہوتے ہیں جب سمجھتے ہیں کہ اب احمدی ہو کر گاؤں میں ہماری طاقت زیادہ ہو جائے گی۔ ایسے لوگوں کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ جماعت کے لئے

نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی کوڑھی ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو شخص کہے مَیں نے سوچ سمجھ لیا ہے اور مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں ہم اسے داخل نہ کریں۔ سوائے اس کے کہ کسی شخص کے متعلق ہمیں علم ہو چکا ہو کہ وہ شرارت کے لئے احمدی ہونا چاہتا ہے۔ باقی ہم کسی پر بدظنی نہیں کر سکتے۔ ہمیں یہ اختیار نہیں کہ کسی کو جماعت میں داخل کرنے سے انکار کر دیں۔ اس لئے ایسے لوگ بھی داخل ہو جاتے ہیں جن کی مثال کوڑھی یا مدقوق و مسلول کی ہوتی ہے۔ مگر کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کر سکتا ہے کہ کسی کوڑھی یا مدقوق و مسلول کو اسی حالت میں اپنے گھر میں رہنے دے۔ ہرگز نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ اسی طرح رہا اور اسے صحت نہ ہوئی تو میری بیوی میرے بچوں اور دیگر متعلقین کی صحت بھی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ پس اگر وہ کسی ایسے بیمار کو گھر میں رکھنے پر مجبور ہو تو پوری کوشش کرے گا کہ وہ اچھا ہو جائے تا گھر کے دوسرے لوگوں پر اثر نہ پڑے۔ اسی طرح جو لوگ نئے جماعت میں داخل ہوں ان کی تربیت و اصلاح کی پوری پوری کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ قادیان میں بعض لوگ ایسے بھی آ جاتے ہیں کہ ان کے رشتہ دار احمدی ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ تم بھی آ جاؤ بیعت کر لو۔ اکٹھے رہیں گے اور وہ بھی آ گئے پھر بعض ڈر کر بھی آ جاتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ہمیشہ گندہ نمونہ دکھاتے ہیں۔ ہم مجبور ہیں۔ ان کو کسی جُرم کے ثابت ہونے تک ردّ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا کرنے کی خدا تعالیٰ نے ہمیں اجازت نہیں دی۔ اس لئے ان کے ضرر سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ان کی تربیت پر پورا پورا زور دیں اور کوشش کر کے ان کو بھی صحیح معنوں میں احمدی بنا لیں اور ان کی تربیت پر زیادہ توجہ کریں۔ مگر اب تو مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگوں میں نفسا نفسی ہے۔ اول تو مبلّغین کو بھی اس طرف پوری توجہ نہیں اور دوسرے لوگوں میں سے ایک حصہ میں کمزوریاں ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر مبلّغ جس محلہ میں رہتا ہے اسے چاہئے کہ محلہ کے ہر شخص سے واقف ہو اور اس کے اخلاق کا نگران ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک

اس بات کے ذمہ دار ہیں۔جب انہوں نے علم دین پڑھنا شروع کیا تو گویا خدا تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ دین کے سپاہی بنیں گے اور کسی کو دین کا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا جانا گویا خدا تعالیٰ سے اس کا معاہدہ ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح میں لگا رہے گا اور اس کو توڑ کر وہ اس کے عذاب کا مستحق ہو گا۔ سارے محلہ کی اخلاقی نگرانی اس کے ذمہ ہے۔ خصوصاً نئے آنے والوں کی۔ بیرونی جماعتوں کو بھی ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔اب بیرونی جماعتوں میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگ بکثرت بڑھ رہے ہیں اور جب زیادہ لوگ دین میں شامل ہونے لگیں تو تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو دین میں لوگوں کے بکثرت داخل ہونے کی خبر دی وہاں زیادہ استغفار کا بھی حکم دیا۔ جیسا کہ فرمایا اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ... وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ... فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ...4 یعنی اے محمد (ﷺ) وہ زمانہ اب قریب آ گیا ہے کہ دین میں فوج در فوج لوگ داخل ہوں۔ مگر اس کثرت کو دیکھ کر یہ غلطی نہ کرنا کہ خوش ہو جاؤ کہ اب تو کام ہو گیا۔ بلکہ اس بات کا خیال رکھنا کہ یہی دن خطرہ کے ہیں۔ پہلے مسلمان تھوڑے تھے مگر ان میں سے ہر ایک ہمارا سپاہی تھا۔ اب بظاہر مسلمان زیادہ ہو گئے مگر ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہو گی جو پوری طرح مسلمان نہیں ہوں گے۔ باطنی طور پر ان میں کمزوری ہو گی۔ پس جب کثرت حاصل ہو تو اس پر خدا تعالیٰ کی حمد بھی کرو اور کہو کہ خدایا تیرے انعام کی مَیں ناقدری نہیں کرتا۔ لوگوں نے اسلام کو قبول کیا اس پر میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی استغفار بھی کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدایا اب ان کی اصلاح میرے بس سے بڑھ گئی ہے۔ تو خود ہی اس کام کو کر۔ فرمایا۔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا اللہ تعالیٰ رجوع بہ رحمت کرنے والا ہے۔ وہ رحمت کے ساتھ تیری مدد کو پہنچے گا اور خود تیرے ساتھ ہو کر ان کی تربیت کرے گا اور جب خدا تعالیٰ بھی استاد ہو جائے تو یہ کام کس قدر آسان ہو سکتا ہے۔

ہماری جماعت کے دوستوں کو ان باتوں کی طرف ہمیشہ توجہ رکھنی چاہئے۔ یاد رکھو کہ مُنہ سے اپنے آپ کو احمدی اور صحابی کہنے سے کچھ نہیں بنتا۔ بعض لوگ فخریہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن حالت یہ ہے کہ اگر ان کے ہمسایہ پر شیطان حملہ کر رہا ہو اور روحانی قتل ہو رہا ہو تو کبھی وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے بندوں پر شیطان حملہ کر رہا ہوتا ہے اور یہ مسیح کا حواری اور خدا کا سپاہی آرام سے گھر میں بیٹھا رہتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر جرمن فوج حملہ کرے تو برطانوی فوج خاموش بیٹھی رہے گی۔

اسی طرح جب شیطان حملہ آور ہو رہا ہو تو خدا کا سپاہی کس طرح چپ چاپ بیٹھ سکتا ہے اور اگر وہ چپ بیٹھے رہیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ خدا کے سپاہی نہیں ہیں۔ کوئی شخص خدا تعالیٰ کا سپاہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دیوانہ وار شیطان کا مقابلہ نہ کرے اور جب تک اس طرح مقابلہ نہ کیا جائے شیطان نہیں مارا جا سکتا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بعثت کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اور تم خدا تعالیٰ کے سپاہی نہیں ہو سکتے جب تک شیطان کے قاتل نہ بنو۔ اس کے بغیر خواہ کوئی سر سے پیر تک احمدیت کے تمغے پہن کر آ جائے اسے کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا۔ اس کی مثال ایسی ہو گی جیسے کسی نے تمغے چُرائے ہوئے ہوں۔ گورنمنٹ کسی کو خان بہادر بناتی ہے تو اس کی عزت بھی ہوتی ہے لیکن اگر کوئی اس کے تمغے چُرا کر پہن لے تو اس کی کوئی عزت نہیں ہو سکتی۔ صرف مُنہ سے اپنے آپ کو صحابی اور احمدی اور مومن کہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور مُنہ کے دعووں سے انعام نہیں مل سکتا۔ ایسے شخص کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی چُرا کے تمغے پہن لے۔ جب تک کوئی شخص اپنے فعل سے قربانی نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایک بھگوڑے کی ہے۔ وہ میدان میں ٹھہرنے والے اور انعام پانے والے سپاہی کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

(الفضل 20 نومبر 1941ء)

1: موضوعات کبیر اردو حدیث نمبر 480 صفحہ 184 مطبوعہ لاہور 2008ء

2: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (النساء:136)

3: جماعت احمدیہ کا ایک مخلص نوجوان جس نے اشتعال میں آ کر فخر الدین ملتانی کو چاقو مار کر زخمی کر دیا وہ بعد میں مر گیا۔ عزیز احمد نے امام جماعت سے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور اپنے جُرم کا اعتراف کیا۔ 8 جون 1938ء کو پھانسی دیا گیا۔ (الفضل 10 جون 1938ء صفحہ 10)

4: النّصر: 2 تا آخر